اسلام وسائنس

(۲)

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری (نیپال)

ایجادات پر فخر وغرور اور خدا فراموشی ٹھیک نہیں ہے

ایجادات عالم معادی وصنعتی ترقیات سے انسان کا دماغ خراب ہوگیا اس نے اپنے کو خدا سے بے نیاز سمجھ لیا۔ اور ان تمام آلات وایجادات پر تکیہ کر کے خدا کی کارسازی اور کارفرمائی اور مشیت کے کاروبار کو ایک دم بھول گیا۔

جو عیش در روزہ تو اس پہ بھول گئے
خدا کے حکم کو کیا خود خدا کو بھول گئے؟

یہ انسان غور نہیں کرتا کہ ان ایجادات وترقیات میں ہمارے لئے فخر وغرور کی کیا چیز ہے۔ کسی چیز کے واضح ومعلوم ہو جانے کی خوشی ایک موجد کو تو ہو سکتی ہے کہ اس نے ایک خاصیت کو دریافت کر لیا اس کو ایک امر کا انکشاف ہوا اس کے سوا اس کا کچھ بھی کارنامہ نہیں ہے۔ یہ خاصیت کیوں اس میں ہے، وہ یہ نہ بتا سکے گا اور نہ اس میں کوئی خاصیت پیدا کر سکے گا۔

آگ جلاتی ہے، یہ خاصہ معلوم ہوا مگر یہ خاصہ کس نے پیدا کیا اس کی ماہیت

علت کیا ہے اس پر بدستور پردہ پڑا ہوا ہے۔ ارباب سائنس نے آگ و پانی کے باہمی امتزاج سے بھاپ و اسٹیم تیار کیا مگر نہ تو پانی بنایا اور نہ آگ میں حرارت تخلیق کی اگر آپ آگ و پانی علیحدہ کردیں تو بھاپ و اسٹیم کی تیاری مہمل ہو کر رہ جائے گی۔

ایک مثال یوروپ کے ایک مشہور فلسفی نیوٹن نے کیا ہی خوب مثال دی ہے وہ کہتا ہے کہ ماہ رمضان کے اختتام پر کئی لوگ عید کا چاند دیکھتے ہیں تو جس کی نظر سب سے پہلے چاند پر پڑجاتی ہے وہ خوش ہو کر سب کو دکھاتا ہے حالانکہ نہ اُس نے وہ چاند بنایا جس کو آنکھ سے دیکھا اور نہ وہ آنکھ ہی اس نے بنائی جس سے چاند نظر آگیا لیکن چونکہ اس نے سب سے پہلے دیکھا ہے اس لئے اس کو خوشی ہوئی ہے تو اسی طرح ایک موجد کو سب سے پہلے کسی چیز کی دریافت و اکتشافات پر خوشی ہونی چاہیے نہ کہ خدا فراموشی خدا بیزاری۔ کیونکہ اس نے خود کسی چیز کو نہ بنایا ہے نہ اس میں کوئی خاصیت پیدا کی ہے بلکہ صرف چیزوں کے خواص کا پتہ لگایا ہے۔

خدا کا انکار محض حماقت ہے امریکی خلاباز جان گلن نے تو کائنات کی وسعت اور نظم و تدبیر کو دیکھ کر خدا کا اقرار کیا۔ مگر اس کے برعکس یہ ایک عجیب بات ہے کہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۹ء میں روس کا اولین خلا رباز، یو، ری گگارین جب زمین سے صرف ایک سو پچاسی ۱۸۵ میل اوپر پہونچ کر زمین کے گرد صرف ایک چکر لگا کر واپس ہوا تو اس وقت کے روس کے وزیراعظم مسٹر خروشچوف نے بڑے فخر و غرور سے یہ لغو دل آزار اعلان کیا کہ ہمارے آدمیوں کو تو خلاؤں میں کہیں خدا نظر نہیں آیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ روسی خلاباز نے خلاؤں میں دیکھا ہی کیا جس کی بنیاد پر اس کو یقین ہوگیا کہ خدا کا وجود نہیں ہے آخر وہ کون سی علامت و نشانی ہے جو انکار خدا پر ابھارنے والی ہے کیا روسی خلار باز نے پوری کائنات چھان لی تھی یا تمام کہکشاؤں کی سیر کرلی تھی۔

تو معاذ اللہ اس سے ان خلاؤں کہکشاؤں سے پرے بہت پرے عرش اعظم پر ہے۔
وسع کرسیہ السماوات والارض یعنی اس کی کرسی تمام سماوی کائنات اور خلاؤں اور کرۂ ارض کو محیط ہے تو جب اس ذات کے عرش معلیٰ تک رسائی ہی نہ ہوئی اور نہ ممکن ہی ہے پھر انکار خدا کیسا اور عدم علم سے علم بالعدم کیسے لازم ہو گیا؟

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ (سورۂ حج)

یعنی لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو بغیر حقیقی علم یا ہدایت (دلیل عقلی) یا کتاب روشن (دلیل نقلی) کے خدا کے بارے میں خواہ مخواہ جھگڑنے لگ جاتے ہیں تکبر سے گردن اکڑاتے ہوئے تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے برگشتہ و گمراہ کرے تو ایسے شخص کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔

اس آیت کریمہ کے مصداق خروشچوف نے تکبر و غرور سے گردن اینٹھتے ہوئے خدا کے بارے میں جو غلط و گمراہ کن معاملہ کیا تو دنیا کے رسوا کن عذاب میں وہ مبتلا ہوا۔ اس کا انجام بھی سب کے سامنے ہے کہ روس کے موجودہ وزیر اعظم کوسی گن نے خروشچوف کو وزارت عظمیٰ کی کرسی سے ہٹا کر گمنامی کی وادی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لئے دھکیل دیا۔ اب یہ سب لوگ ذائقۃ الموت چکھ کر مخلد فی النار ہو چکے ہیں۔

روسی خلاباز کی غلط بیانی کی توضیح یہ خوب یاد رہے کہ سائنس دانوں میں سے ماہرین فلکیات کا بیان ہے کہ کائنات میں سے صرف

سورج تک پہونچنے کے لئے سات سال کی مدت لگے گی۔ کیونکہ زمین سے وہ نو کروڑ تیس لاکھ میل کی دوری پر ہے اور نظام شمسی کے ایک سیارہ پلوٹو تک پہونچنے کے لئے چالیس سال کی مدت لگے گی، کیونکہ زمین سے وہ تین ارب ستاون کروڑ میل کی دوری پر ہے اور یہ پہونچ اس وقت ہوسکتی ہے جبکہ ہم اس خلائی راکٹ سے سفر کریں جو پندرہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرے۔

پھر نظام شمسی کے ایک قریب ترین سیارہ تک پہونچنے کے لئے مدت ساڑھے سات سال لگے گی جبکہ اس خلائی راکٹ سے سفر کریں جو پندرہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑے۔

پھر قریب ترین کہکشاں تک پہونچنے کے لئے جبکہ اس خلائی راکٹ سے سفر کریں جو ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل کی رفتار سے پرواز کرے تو مدت پندرہ لاکھ سال لگے گی (ان تمام چیزوں کا حوالہ مبسوط طور پر آگے آرہا ہے)۔

تو جب گگارین نے ان خلاؤں اور کہکشاؤں کا سفر ہی نہیں کیا اور نہ کرسکتا تھا کیونکہ وہ زمین سے صرف ایک سو پچاسی میل اوپر جاکر اور زمین کے گرد چکر لگاکر واپس آگیا تھا تو پھر کس طرح اس کو خدائے پاک کا انکار زیب دیتا ہے کیونکہ خدا ان خلاؤں وکہکشاؤں کی منزل سے بے حد بلند اور بہت بلند ہے۔

آج جب انسان کا ایک قریب ترین سیارہ تک پہونچنا ناممکن ہے کیونکہ وہاں تک پہونچنے کے لئے ساڑھے سات لاکھ برس کی عمر چاہیئے تو کائنات کے چپہ چپہ تک پہونچنے کے لئے گگارین کے پاس بھلا امکان کہاں تھا۔ خدا تو چاند، سورج، ستاروں اور اربوں کھربوں کہکشاؤں سے بھی اوپر بہت اوپر عرش علیٰ پر ہے۔ اب غور فرمایئے کہ جب یوری گگارین خود سائینس کے مسلمہ اصول کے تحت خدا کی کائنات میں سے ایک قریب ترین سیارہ تک رسائی نہ پاسکا تو پھر

اس کے لئے خدا تک رسائی کا سوال کیا ہے؟

علاوہ ازیں یہ حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ کو دنیا کی نگاہیں اپنی گرفت میں نہیں لاسکتی ہیں۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ (سورۂ انعام) یعنی اسے نگاہیں نہیں پاسکتی ہیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ باریک بین جبر رکھنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کو نہ دیکھ سکے جو بڑے مقدس و منزہ رسول تھے تو یہ بے استنجا و بے طہارت لوگ کیسے دیدار باری تعالیٰ کر سکیں گے۔ خدا تعالیٰ کو نہ چودھویں صدی کے لوگ اور نہ بیسویں صدی کے لوگ دیکھ سکے اور نہ اس کے بعد کے صدیوں کے اس کا ادراک کر سکیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ یو، ری، گگارین کے متعلق اس کے بیان سے کہ خدا کو میری آنکھوں نے نہیں دیکھا کسی مسلمان کے دل میں تذبذب نہیں پیدا ہوا۔ اگر وہ یہ کہتا کہ میں خدا کو دیکھ آیا ہوں تو البتہ اس کے بیان کی تکذیب و تردید کرنی پڑتی۔ کیونکہ اس کی بات ارشاد باری تعالیٰ لا یدرکہ الابصار کے خلاف ہوتی۔

اسلام کو فرسودہ مذہب کہنے کا مطلب

دنیا کی ساری غیر مسلم طاقتیں اپنے تمام وسائل اس نکتہ پر زور دینے میں استعمال کرتی ہیں کہ اسلام ایک فرسودہ قدیم مذہب ہے اور ایک دقیانوسی نظام ہے جو حال کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔

ان کی اس فکر مندی کی وجہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ غیر مسلم طاقتیں واقعی ہماری کمزوری اور ابتری پر کڑھتی ہیں اور ہر لحاظ سے ہماری بہتری و ترقی کی خواہاں ہیں، بلکہ وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ خوف کھائے جارہا ہے کہ کہیں مسلمان پھر سے اسلام کے سانچے میں اپنی زندگی ڈھال کر ایسی دیوار نہ بن جائیں جس سے ٹکرا کر غیر مسلم طاقتوں کو

اپنا سر پھوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ افریقہ میں کلیسا کے سربراہ یہ فقرہ دہرا چکے ہیں کہ افریقہ کو خطرہ کمیونزم سے نہیں بلکہ اسلام سے ہے۔ انھیں خیالات کا اظہار امریکہ کا مشہور سائنسدان بھی کر چکا ہے۔ علامہ اقبال نے انھیں خیالات کا اظہار کیا ہے کہ بڑا شیطان اپنے ہی چیلوں سے کہتا ہے ؎

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے لیکن ہے یہ خوف
آشکارا ہو نہ جائے شرعِ پیغمبر کہیں

یہی وجہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو خاص طور پر رقص گاہوں کی راہ دکھائی جاتی ہے، لڑکیوں کو بے حیائی کی تعلیم دی جاتی ہے اور ہر ایسی چیز سے نفرت سکھائی جاتی ہے جسے ایک مسلمان عزت و احترام کے لائق سمجھتا ہے۔

ہمارے عوام کو تثلیث پرست تو نہ بنایا جا سکا لیکن ان کے دل و دماغ پر اسلام کی کمتری کی مہر ثبت کر دی گئی اور اسلام کے فرسودہ نظام ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے تاکہ ہماری نوجوان نسل اسلام سے باغی و منکر ہو جائے اور اس طرح اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نیست و نابود ہو جائے۔ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (سورۂ توبہ) یعنی نورِ خدا کو اپنی پھونکوں کے ذریعہ بجھا دینا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو روشن کرے گا اگرچہ کافروں کو سخت ناپسند ہو۔

اسلام ابدی صداقتوں کا نام ہے

ہمارے روشن خیال جدید تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ حضرات اسلامی تعلیم کے متعلق کہتے ہیں کہ موجودہ زمانہ زمانۂ رسالت سے آگے بڑھ چکا ہے۔ دنیا اب کافی ترقی کر چکی ہے۔ نئے حالات، نئے اصول کے تحت نئے مسائل کی ضرورت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اب چودہ صدیوں پرانا ہو چکا ہے، اب اس کو جدید

تقاضوں اور نئے حالات کے تحت کچھ بدلنا چاہیئے۔ وہ کہتے ہیں کہ پرانی عمارتیں گرا کر نئی بنائی جاتی ہیں۔ پرانی تعلیم بدل کر نئی تعلیم اس کی جگہ لیتی ہے۔ پرانے نصاب بدل نئے نصاب رکھے جاتے ہیں۔ تعزیرات وقوانین ہند بدلتے رہتے ہیں۔ مگر اسلام کو کیا ہوگیا ہے کہ وہی پرانے مسائل اب تک دہرائے جاتے ہیں جو دنیا کی ترقی میں مزاحم بن جاتے ہیں۔ اکبرالہ آبادی نے ایسے لوگوں کی ترجمانی میں لکھا ہے ؎

ہر اک بات میں ان کے دین کے اڑنگے
ہر اک بات میں ان کے مذہب کا پچڑ
یہ دنیا میں رہنے کے لچھن نہیں ہیں
اٹھاؤ چلو تہہ کرو اپنا بستر

ایسے دوستوں اور بھائیوں سے صرف اتنا کہنا ہے کہ اسلام صرف ابدی صداقتوں ازلی حقیقتوں کا نام ہے اور حقیقت وصداقت بدلا نہیں کرتی اور یہ قاعدہ کلیہ غلط ہے کہ قدیم اس لئے قابل ترک ہے کہ وہ قدیم ہے۔ اور جدید اس لئے قابل اخذ ہے کہ وہ جدید ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سچ کو ہمیشہ سچ اور جھوٹ کو ہمیشہ جھوٹ سمجھا جائے گا۔ نیکی ہمیشہ نیکی کہلائے گی اور بدی ہمیشہ بدی کہلائے گی، کسی کو قتل کردینا ہمیشہ کے لئے ظلم ہے اور کسی ڈوبتے ہوئے کو بچالینا ہمیشہ کے لئے رحم ہے، احسان ہے اور اس قسم کی حقیقتیں اور صداقتیں ہمیشہ یکساں رہیں گی، ان میں تبدیلی کیونکر ممکن ہے۔ اسی طرح آفتاب ہمیشہ پورب سے نکلتا ہے اور پچھم میں ڈوبتا ہے کیا اب یہ پرانا قاعدہ بدل جانا چاہیئے ؟ ہمیشہ پانی ڈبوتا اور آگ جلاتی تھی کیا اب پانی جلانے اور آگ ڈبونے لگے ؟ ہمیشہ سے چاند ہلال بن کر نکلتا اور پھر بڑھتے بڑھتے بدر کمال بنتا ہے اب بدر کمال پہلے بنتا اور بعد کو ہلال بننا چاہیئے۔

پرانا قاعدہ ہے کہ آم کے تخم سے آم اور بادام کے تخم سے بادام پیدا ہوتا تھا

کیا اب آم سے بادام اور بادام سے اخروٹ ہونا چاہیئے ؟ ہمیشہ انسان پیروں سے چلتا اور دماغ سے سوچتا تھا کیا اب یہ پرانا قاعدہ بدل جانا چاہیئے اور انسان کو سر سے چلنا اور ٹانگوں سے سوچنا چاہیئے ؟ پرانا قاعدہ تھا کہ آنکھیں دیکھتی اور زبان بولتی تھی تو کیا اب زبان کو دیکھنا اور آنکھ کو بولنا چاہیئے ؟ پرانا طریقہ تھا کہ انگلیاں لکھتی اور معدہ کھانا ہضم کرتا تھا کیا اب یہ پرانا قاعدہ بدل جانا چاہیئے ؟ آدمی پہلے بچہ، پھر جوان، پھر بوڑھا ہوتا ہے تو کیا اب جوانی سے پہلے بڑھاپا آنا چاہیئے ؟ پہلے دو دو مل کر چار ہوتے تھے اور چار چار مل کر آٹھ ہوتے تھے تو کیا اب یہ ریاضی کا پرانا قاعدہ بدل گیا اور دو دو مل کر تین اور تین تین مل کر پانچ ہونے چاہئیں ؟ پرانا قاعدہ ہے کہ کل جزو سے بڑا اور جزو کل سے چھوٹا ہوتا تو کیا اب اس کے بالعکس ہونا چاہیئے ؟ غور کیجئے کہ محض قدیم ہونے کی وجہ سے کون سا نظام الٹ گیا ہے کون سا دستور بدل گیا۔ کیا طبعیات، ریاضیات، معاشیات، اقتصادیات اور اخلاقیات کے کسی پہلو میں محض قدیم ہونے کی وجہ سے کوئی انقلاب آیا ؟

الغرض اسلام ابدی صداقتوں اور اللہ کی ارشاد کردہ سچی حقیقتوں کا نام ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے اور کسی زمانہ میں اس کے اندر ردو بدل کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کبھی بھی اس کی لازوال حقیقتوں کو باطل کا غازہ غبار آلود نہ کریگا۔ ارشاد ہے: لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (سورۂ حٰم سجدہ) یعنی باطل کبھی بھی اسلام پر غلبہ نہیں پا سکے گا۔ یہ قرآن کریم زبردست حکمت والے کی جانب سے ہے۔

اسلام اب ہمیشہ ہمیش کے لئے مکمل ہو کر اور تمام صداقتوں کا جامع ہو کر ہمارے پاس موجود ہے، ارشاد ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا ۝ یعنی آج میں نے تمہارے

دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کا اتمام تمہارے اوپر کر دیا اور اسلام کو تمہارے لئے دین کے اعتبار سے پسند کیا۔

اس لئے اس پر اب فلسفۂ قدیم و سائنس جدید اور کسی بھی دوسرے باطل نظریہ کا وار کامیاب نہیں ہو سکتا اور دوسری تمام ناقص تعلیمات اور غیر الہامی تصنیفات اور تمام باطل تصورات اور غلط افکار و نظریات اس سے نظر نہیں ملا سکتے۔ مولانا ظفر علی مرحوم نے کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے ؎

چل دیئے پطرس، گم ہوئے مرقس مر گئے متی مٹ گئی لوقا
جاءَ الحقُّ وَزَھَقَ الباطلُ اِنَّ الباطلَ کانَ زھوقا

کیا واقعی سائنس نے مذہب کو زک پہونچائی ہے؟

ہم نے مانا کہ زمانہ ترقی کر رہا ہے، چراغ کی جگہ بتی لیمپ سواری کے لئے اونٹ اور گھوڑے کی جگہ ریل، موٹر اور ہوائی جہاز، پیام رسانی کے لئے گھوڑے کی بجائے تار، ٹیلی فون اور وائرلیس کا دور آیا۔ مرنے مارنے کے لئے تلوار وغیرہ کی جگہ ڈائنامیٹ ٹینک اور مشین گن، ایٹم بم اور زہریلی گیسیں وغیرہ بن گئی ہیں، یہ ہوا وہ ہوا لیکن اسلام پر اس سے کیا اثر پڑا، اس کے حقائق میں کیوں تبدیلی ضروری ہے!

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ (صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد) کا مقولہ مجھے یاد آتا ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اب تو ایمان باللہ مشکل ہو گیا کیونکہ ہوائی جہاز اڑنے لگا۔ فرشتوں کا اقرار محال ہو گیا کیونکہ اب ریڈیو بولنے لگا۔ عذاب قبر اور عقیدہ جنت و جہنم باطل ہو گیا اس لئے کہ اب ٹیلی ویژن کا دور آ گیا۔ نامۂ عمل کا عقیدہ غلط ہو گیا اس لئے کہ اب ٹیپ ریکارڈ وجود میں آ گیا۔ جب میں یہ کہتا ہوں تو میرے دوست حیران ہو کر کہتے ہیں کہ اس میں منطقی ربط کیا ہے؟ ایمان باللہ اور

جہاں کی اڑان میں آخر کیا تصادم ؟ ریڈیو کے وجود کا اثر فرشتوں کے وجود پر کیا ہوگا ؟ ٹیلی ویژن کی ایجاد سے عذاب قبر کیوں محال ہے ؟ تب میں کہتا ہوں کہ اسلام کے مسائل یہی اور اسی قسم کے چند احکام و عقائد تو ہیں ایمان باللہ، فرشتوں کا اقرار اور عذاب قبر، جنت وجہنم وغیرہ کا الیقین، اگر ان احکام و عقائد کا سائنس کی ایجادات و اختراعات سے کوئی تعارض و ٹکراؤ نہیں ہے تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ سائنس نے مذہب کی چولیں ہلادی ہیں ؟ مذہب کے مسائل آخر یہی تو ہیں اور سائنس کی ایجادات بھی یہی کچھ ہیں ؟ تب میرے دوست خاموش ہو جاتے ہیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ سائنس کا راستہ اور اس کے فکر کی راہ الگ ہے مذہب کے مسائل و حقائق الگ ہیں ؟ سائنس و مذہب کے تصادم کا کوئی معنی ہی نہیں ہے، سائنس کی راہ فکر مواد اشیاء اور قدرتی ساز و سامان ہیں، اسلام کی راہ فکر چند عقائد و احکام ہیں۔ سائنس مادیات کی ترکیب و تجربہ، تحلیل و تقسیم میں لگا ہوا ہے۔ اسلام قدرت کا علمی میزان ہے اور دونوں کی لائن جدا جدا ہے۔

اسلام سائنس کا حریف نہیں ہے مذہب کو جو سائنس کا حریف اور ضد سمجھا جانے لگا وہ مذہب عیسائیت ہے اس نے سائنس کے نظریات و افکار کے خلاف بہت کچھ مجادلہ و مظاہرہ کیا۔ اسی لئے نفس مذہب بدنام ہو گیا۔

یورپ میں ایک عورت نے دردِ زہ کی تکلیف سے بچنے بچانے کے لئے کچھ مخدّر (سُن کرنے والی) ادویات تیار کیں تو عیسائیوں نے اس کی دوا کو عیسائیت کے خلاف سمجھا کیونکہ ان کی کتاب میں لکھا ہے کہ عورت دُکھ سے جنے گی، یہ دُکھ سے پیدا کرنا اس کو مائی حوّا سے وراثۃً ملا ہے کیونکہ انھوں نے دھوکا دیا تھا اب چونکہ اس دوا کے استعمال سے دُکھ درد کا احساس نہیں ہوتا تھا اس لئے اس کو عیسائی عقائد

کے خلاف سمجھ کر اس کی ایجاد پر اس کو کلیسا نے سزا دی۔

(۲) سر شاہ سلیمان صاحب ماہر ریاضیات نے اپنے مقالہ کے اندر لکھا ہے کہ بوڑھے گلیلیو نے جب اپنا نظریہ شائع کیا کہ شمس و قمر کا کرہ ساکن ہے اور زمین متحرک ہے تو اس کی کتاب ضبط کر لی گئی اور کلیسا نے اسے توہین عیسائیت قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ مہبط عیسیٰ زمین کی اہمیت اس میں ہے کہ وہ ساکن رہے اور دوسرے عظیم الشان کُرّے اس کے سامنے حرکت کرتے پھر بعد میں اس کے لئے اس کو نظر بند کر دیا گیا۔ (طلوع اسلام ستمبر ۱۹۴۱ء)

برخلاف اس کے علم حکمت کا اسلام قدر دان ہے، وہ ایجادات و اکتشافات کو اپنا حریف نہیں جانتا اور نہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب لکھا ہے ؎

ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں
سکھایا مسئلۂ گردشِ زمیں میں نے

قرآن کریم نے تو اس کائنات میں بار بار غور و تفکر کی دعوت دی ہے۔ بانی اسلام کا مقولہ ہے: الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدھا احق بھاؒ یعنی دانائی و دانشمندی کی چیزیں تو اسلام کے فطری اور موروثی حقوق ہیں اس لئے مسلمان حکمت و عقل سلیم کی رہبری و رہنمائی میں آگے بڑھتا ہے۔ حالی مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے ؎

کہ حکمت کو اک گمشدہ لعل سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

اسلام نے کائنات عالم میں تدبر کی دعوت دی ہے قرآن کریم میں کائنات کے ذرہ ذرہ میں غور کرنے کا حکم موجود ہے۔ اس میں

خدا کی قدرت و ربوبیت کی نشانیاں مضمر ہیں ارشاد ہے : اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔ (سورۂ بقرہ)

یعنی زمین و آسمان کی تخلیق میں، دن و رات کے پھیر میں، ان کشتیوں میں جو لوگوں کے مفاد کے خاطر سمندر میں چلتی ہیں، اس پانی میں جس کو اللہ سمندروں سے بخارات کی شکل میں نکال کر ایک خاص بلندی سے برسا دیتا ہے پھر اس پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے جس کے باعث وہ لہلہاتے ہوئے سبزہ زاروں میں تبدیل ہو جاتی ہے، ان تمام جانداروں میں جن کو اس نے اس (دھرتی کے سینے) پر پھیلا دیا ہے، ہواؤں کے نظام ادل بدل اور اس بادل میں جو بغیر کسی سہارے کے خاص بلندی پر زمین و آسمان کے مابین ٹھہرایا ہوا ہے۔ غرض ان تمام مظاہر فطرت میں عقل و دانش والوں کے لئے بے شمار نشانات و دلائل موجود ہیں۔

اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں بکثرت ہیں جن سے ظاہر ہے کہ اسلام سائنسی تحقیقات کو دین و مذہب کے خلاف تصور نہیں کرتا ہے۔

مولانا شہاب الدین ندوی بنگلوری کیا خوب لکھتے ہیں کہ قرون وسطیٰ میں مسلمانوں نے کائنات کی چھان بین تحقیق و تفتیش کی طرف توجہ کی جس کی بدولت موجودہ سائنس کی بنیاد پڑی اور مسلمان سائنس دانوں نے جغرافیہ، ریاضی، فزکس، کیمسٹری، فلکیات، حیاتیات، اور علم طب وغیرہ میں شاندار کارنامے انجام دئے اور دنیا کو نئے نئے علوم و فنون سے آشنا کیا۔ اس دور کے مشہور سائنس دانوں میں جابر ابن حیان، محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابو نصر فارابی، محمد [illegible] زکریا رازی، ابن ہیثم، شیخ بو علی سینا اور البیرونی [illegible]

وغیرہ قابل ذکر ہیں جن کی بلند پایہ تحقیقات اور شہرۂ آفاق تصنیفات پر جدید سائنس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ سائنس مذہب کے ہمیشہ تابع رہی ہے ایک دوسرے کے تعارض و تضاد کا کوئی مسئلہ بھی کبھی پیدا نہ ہوا۔ یہ اسلام کی صحیح رہنمائی کا نتیجہ تھا۔

تسخیر شمس و قمر سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے

آج مشہور ہے کہ امریکہ کے دو خلاباز آرمسٹرانگ اور مسٹر ایلڈرن چاند کی زمین پر اتر گئے اور دو ارب روپے کے صرف سے اور چار لاکھ سائنسدانوں اور تکنیکی ماہرین کی مجموعی مساعی اور امداد سے چاند تک اچانک پہونچ گئے۔ لیکن اس سے اسلام کو کیا نقصان اور اس کے مسائل کو کیا ضرر؟

یہ چاند ہماری زمین کا سب سے قریب ترین سیارہ ہے کیونکہ اس کا فاصلہ ہماری زمین سے صرف ۲ لاکھ چالیس ہزار میل ہے اور وہاں تک پہونچنا قرآن کی روشنی میں مستبعد نہیں ہے۔ قرآن کریم میں تو صاف ارشاد ہے: وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ (سورۂ ابراہیم ۱۱۳) یعنی ہم نے تمہارے لئے چاند و سورج کو مسخر کر دیا جو ہمیشہ پھرنے والے ہیں۔

اس تسخیر پر ایمان تو پہلے سے تھا اب اس کا شہود پہلی بار ہوا ہے اور اس سے ہمارا یقین اور قوی ہو گیا اور ہم بلا تکلف ایسی کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اکبر الہ آبادی کی زبان میں لکھتے ہیں ؎

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ کو چھو لو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

قرآن کریم میں ارشاد ہے: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ (حم سجدہ)

یعنی ہم ان کو اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور ان کی ذات میں دکھا کر رہیں گے۔ اس آفاق میں مفسرین نے چاند، سورج، بجلی، کڑک، گرج، سب کو شامل کیا ہے۔
(تفسیر ابن جریر طبری)

خداوند کریم کے وعدہ کے مطابق اس صدی میں وہ تمام نشانیاں ظاہر ہو رہی ہیں جس کا قرآن میں وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ ابھی تو اربوں ستاروں، کہکشاؤں میں سے صرف چاند تک انسان کا پہلا قدم پہونچا ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ چاند، سورج یا دوسرے سیاروں تک ان کے پہونچ جانے سے مذہب اسلام کو نہ کوئی خطرہ ہے نہ کوئی ضرر۔ بلاشبہ سائنس کے ان انکشافات و تسخیرات سے کائنات کی وسعت بیکراں اور بے انتہا عظمت کا اظہار ہوتا ہے جس عظمت اور قدرت الٰہی کا قرآن میں بار بار تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ان انکشافات کو پڑھنے سے ایک موحد کے دل میں عجیب مسرت اور خالق کائنات کی عظمت و عقیدت پیدا ہوئی ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ غزوہ بنی نضیر (ص ۵۲)

عیون الاثر[1] حافظ ابن القیم (ف ۷۵۱ھ) نے زاد المعاد[2] حافظ مغلطائی (ف ۷۶۲ھ) نے سیرۃ مغلطائی[3] اور حافظ ابن کثیر (ف ۷۷۴ھ) نے البدایہ والنہایہ[4] میں اسی قول پر اعتماد کیا ہے۔
(باقی آئندہ)

۱۔ ابن سید الناس، عیون الاثر، قاہرہ ۲/ ۳۵۶ – ۳۴۸
۲۔ ابن القیم الجوزیۃ، زاد المعاد، تحقیق شعیب الأرنووط، عبدالقادر الأرنووط، موسسۃ الرسالۃ الطبع ثانی ۱۹۸۱ء ۳/ ۲۴۸۔
۳۔ علاء الدین مغلطائی، تلخیص الروض الباسم فی سیرۃ أبی القاسم، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۹ھ ص ۵۶۔
۴۔ حافظ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، مکتبۃ المعارف، بیروت ۴/ ۷۵–۷۴۔